رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶ ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو قادیان دارالامان سے نکلتا ہے رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

جلد ۱۵ | قادیان مورخہ ۱۴ مئی سنہ ۱۹۳۰ء مطابق ۱۴ ذوالحجہ سنہ ۱۳۴۸ھ | نمبر ۶۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ خدا کے فضل سے بخیریت ہیں ۔

(۲) نماز عید اضحیٰ ۱۰ مئی کو بوقت ۸ بجے صبح کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے بڑے باغ میں پڑھائی بیرونی احباب بھی نماز میں شامل ہوئے ۔ اور دس بجے قربانیاں ہوئیں ۔

(۳) محترم کپتان سید حبیب اللہ شاہ صاحب میڈیکل آفیسر چھاؤنی ملتان ایک ماہ کی رخصت حاصل کر کے دارالامان تشریف لائے ہوئے ہیں ۔ اور بعض خاص مریضوں کو دیکھتے ۔ اور ان کا محبت سے علاج کرتے ہیں جزاہ اللہ ۔

(۴) فتنہ سترپان کے سلسلہ میں جو مقدمات دائر ہیں ۔ ان میں سے پہلا مقدمہ جو ہمارے سات احباب پر پولیس نے بلوہ کا قائم کیا تھا ۔ اس میں سے چار دوست ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب ۔ جناب مولوی محمد یار صاحب مولوی فاضل ۔ چوہدری لوٹا صاحب تاجر ۔ مسمات رحمت اللہ خان افغان تا حوشہادت استغاثہ لینے کے بعد بعدم ثبوت جرم رہا کر دیئے گئے ۔ اور مولوی عبدالاحد صاحب مولوی فاضل ۔ سترپی وزیر محمد صاحب اور سید احمد پسر جناب ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب تین برادران پر زیر دفعہ ۱۴۷/۳۴۳ فرد جرم لگایا گیا ۔ اور گواہان استغاثہ پر مکرر جرح کے لئے ۲۷ مئی پیشی مقرر ہوئی ہے ۔ احباب دعا کریں کہ خدا فضل کرے ۔ آمین ۔

(۵) دوسرا مقدمہ جو زیر دفعہ ۱۵۳/۲۹۲ سترپان کیخلاف پولیس کی طرف سے چل رہا ہے ۔ اس میں سنا گیا ہے ۔ کہ ۱۲ مئی مقرر ہوئی تھی ۔ مگر سترپی شاید اس تاریخ پر بذریعہ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ حاضر نہیں ہوئے ۔ کوئی اور تاریخ مقرر ہوئی ہے ۔ جس کا ابھی پتہ نہیں لگا ۔

(۶) تیسرا مقدمہ جو سباب المسلمین کے غنڈوں پر پریذیڈنٹ صاحب انجمن احمدیہ بٹالہ پر حملہ کر کے زدوکوب کا تھا ۔ اس میں ۱۵ ملزم زیر حوالات تھے ۔ جن کی ضمانت مجسٹریٹ علاقہ نے نامنظور کر دی تھی ۔ مگر سشن جج گورداسپور نے اس شرط پر منظور کر کے کہ وہ کوئی جلوس وغیرہ نہ نکالیں حاضر ضمانت لے کر چھوڑ دیا ۔ ۱۳ مئی کو ان کا مقدمہ گورداسپور ہوگا ۔

ایک ساتھی مار دینے کا الزام ہے ۔ لالہ چاند نرائن صاحب مجسٹریٹ بٹالہ کی عدالت میں پیش ہو کر ۱۶-۱۷ مئی تاریخ پیشی شہادت استغاثہ کے واسطے مقرر ہوئی ہے سنا گیا ہے ۔ پولیس ۳۰ کے قریب گواہ پیش کرے گی ۔ احباب ان سب مقدمات کے متعلق دعا کریں ۔ کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے ۔ آمین ۔

ڈاکٹر

محمد عبدالرحمن صاحب آئی ۔ ایم ۔ ڈی تحریر فرماتے ہیں ۔ کہ میں نے

کنگ آف ٹانکس

کے اجزاء کو دیکھا ہے ۔ جو کہ قیمتی اور بہترین ادویہ کا بنایا ہوا گولیوں کی صورت میں مفید مرکب ہے ۔ کنگ آف ٹانکس اعصابی کمزوری کے مریضوں کو استعمال کرانے سے مفید پایا ہے ۔ قیمت ۶۰ گولی محصولڈاک ۳۰ گولی للہ ۱ روپے بعہ محصولڈاک

تیار کردہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"فاروق"

قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۳۰ء

موجودہ سیاسی شورش میں کانگرس اور گورنمنٹ کا غلط رویہ

مسلمانوں کیلئے صحیح طریق عمل

جماعت احمدیہ کو کیا کرنا چاہیئے

خطبہ جمعہ از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ فرمودہ ۲ مئی ۱۹۳۰ء

آج میں جس مسئلہ کے متعلق اظہار خیالات کرنا چاہتا ہوں وہ ہے تو سیاسی۔ مگر

اسلام سیاسیات سے علیحدہ نہیں

ہے۔ بلکہ سیاسیات کا وہ حصہ جو جائز اور درست ہے۔ وہ اسلام میں داخل ہے۔ اور میں اسی حصہ کے متعلق آج خطبہ پڑھنا چاہتا ہوں۔

ہمارے دوست ناواقف نہیں ہیں۔ کہ آج کل سارے ہندوستان میں کانگریس کی طرف سے پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے

کانگریس اپنی ذات میں

ہمارے لئے کسی تکلیف اور رنج کا موجب نہیں۔ وہ چند ایسے افراد کا مجموعہ ہے۔ جو اپنے بیان کے مطابق ملک کی آزادی اور بہتری کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ اور کوئی عقلمند۔ کوئی شریف۔ کوئی باحیا۔ اور کوئی انسان کہلانے کا مستحق انسان ایسے لوگوں کو بے قیدی اور بے التفاتی کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔ جو اپنے آپ کو اس لئے مصیبت میں ڈالے ہوئے

اس لئے جس حد تک ان کے اپنے بیان اور ان کے اصول کا تعلق ہے۔ ہمیں ان کے ساتھ

کلی ہمدردی

ہے۔ اور جس مقصد اور مدعا کو لے کر وہ کھڑے ہوئے ہیں۔ اور جو ملک کی بہتری اور حریت کے سامان پیدا کرنا ہے۔ ان کے حصول کی خواہش میں ہم کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔

ہندوستان کی آزادی

اور حریت جس طرح گاندی جی۔ پنڈت موتی لال نہرو۔ پنڈت جواہر لال نہرو۔ مسٹر سین۔ مسٹر آئنگر۔ ڈاکٹر ستیہ پال وغیرہ کو مطلوب ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی مطلوب ہے۔ اور ہندوستان ویسا ہی ہمارا ملک ہے۔ جیسا ان لوگوں کا ہے۔ اور اپنے وطن کی محبت ہمارے سینوں میں موجزن ہے۔ جس طرح ان کے سینوں میں ہے۔ اس لئے ہم یہ سننے کے لئے کبھی آمادہ نہیں ہو سکتے۔ کہ ہمارے دلوں میں

ہندوستان کی محبت

نہیں۔ یا وہ لوگ اس بارے میں ہم سے بڑھے ہوئے

نہیں کر سکتے۔ کہ ہمارا ملک

ہندوستان انگریزوں کے ماتحت

ہے۔ انگریزوں نے یہاں آکر جبراً قبضہ کر لیا۔ یا رضامندی سے انگریز یہاں خود بخود آکر قابض ہو گئے۔ یا بلائے ہوئے آئے۔ وہ ہندوستان کا مال و دولت کھینچ کر اپنے ملک میں لے گئے۔ یا ہمیں فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ ان باتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ سترھویں صدی سے ہندوستان میں آئے اور انیسویں صدی سے بلکہ اٹھارھویں صدی سے ہی انہیں ہندوستان کی حکومت میں حصہ مل گیا۔ اور اب وہ

سارے ہندوستان پر قابض

ہیں۔ پس اس سے ہم انکار نہیں کر سکتے۔ کہ قانون کے مطابق ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت قائم ہے۔ اور کوئی دوسری حکومت جو انگریزوں کے منشاء اور سمجھوتہ کے بغیر قائم ہو۔ وہ

قانونی حکومت

نہیں کہلا سکتی۔ قانونی حکومت وہی کہلائے گی۔ جو اس قائم شدہ حکومت کے سمجھوتہ سے قائم ہو۔ بشرطیکہ اس سمجھوتہ میں کسی قوم کو بیچ نہ دیا گیا ہو۔ پس ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت قائم ہے۔ اور از روئے قانون قائم ہے۔ اس سے سمجھوتہ کر کے ہی کوئی اور حکومت قائم ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ ایسا سمجھوتہ کرتے ہوئے انگریز کسی قوم کو بیچ نہ دیں۔ ورنہ

جنگ و جدال کا بازار

گرم ہو جائے گا۔ اور ملک میں بدامنی اور تباہی پھیل جائیگی۔

ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انگریزوں نے کچھ عرصہ سے اہل ہند کو اختیارات دینے شروع کئے ہیں۔ اور

سائمن کمیشن

اسی غرض کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ کہ دیکھا جائے۔ مزید اختیارات کس حد تک دیئے جا سکتے ہیں۔ ادھر ہندوستان میں اس حد تک بیداری۔ تعلیم۔ آزادی کا احساس پیدا ہو چکا ہے۔ اور دوسرے ملک اس طرح آزاد ہو رہے ہیں۔ کہ اب ہندوستانی خاموش بیٹھ نہیں سکتے۔ اور یہ ممکن ہی نہیں۔ کہ دنیا کی آبادی کا ۱/۵ حصہ غیر محدود اور غیر معین عرصہ تک

ایک غیر ملکی حکومت کی اطاعت

گوارا کر سکے۔ اگر یہ مطالبہ پورا نہ کیا گیا۔ تو آرڈر نہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

توکل۔ اور کل نہیں تو پرسوں ملک عقلمندی اور مصلحت اور دور اندیشی کے تمام قوانین کو توڑنے کے لئے کھڑا ہو جائے گا۔ اور خواہ اسے خودکشی کہا جائے۔ خواہ اس کا نام تباہی اور بربادی رکھا جائے۔ خواہ اسے ہلاکت اور خونریزی قرار دیا جائے۔ ملک اس کے لئے آمادہ ہو جائیگا۔ اسے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا۔ کہ جو طریق اختیار کیا گیا ہے۔ وہ

خودکشی اور ہلاکت

ہے۔ مگر انسانی طبائع میں ایک وقت ایسی رَو چل جاتی ہے کہ وہ خودکشی کو ہی بہتر خیال کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور اسی کو اپنے لئے مفید سمجھ لیتے ہیں۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کئی ایک انسان جو موت کو پسند نہیں کرتے۔ اور جان کو بہت عزیز سمجھتے ہیں۔ ان پر بھی بعض اوقات ایسے آجاتے ہیں۔ جبکہ زہر کھا کر یا کسی اور ذریعہ سے مرجانا پسند کرتے ہیں۔ اور جس طرح افراد پر ایسی حالت آتی ہے۔ کہ

جان دینے کی مصیبت برداشت کرنیکے لئے تیار

ہو جاتے ہیں۔ اور چاہے انہیں بتایا جائے۔ کہ اگر یہ چیز کھاؤ گے۔ تو مر جاؤ گے۔ پھر بھی وہ کہتے ہیں۔ ہم یہ چیز ضرور کھائیں گے۔ کیونکہ ہم زندہ رہنا پسند نہیں کرتے۔ اور ایسی زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اسی طرح قوموں پر بھی ایسے اوقات آتے ہیں۔ جب وہ خودکشی کے لئے تیار ہو جاتی ہیں۔ اور اپنی ہلاکت کو سامنے دیکھتی ہوئی اس میں کود پڑتی ہیں۔

غرض دنیا میں

آزادی اور حریت کا مادہ

اس قدر گہری جگہ حاصل کر چکا ہے۔ اور ہندوستان اس سے اس درجہ متاثر ہو چکا ہے۔ کہ اب یہ زیادہ عرصہ تک بغیر سمجھوتہ کے ذریعہ قائم شدہ حکومت کے

انگلستان کے ماتحت

رہنا قطر نہیں آتا۔ اور جس وقت یہ مادہ پھوٹے گا۔ اس وقت اس کا نام خودکشی رکھا جائے یا جنون۔ اسے جہالت کہیں یا نادانی۔ تباہی کہیں یا خودکشی۔ ہندوستان کا بہت بڑا طبقہ آج نہیں۔ تو کل۔ کل نہیں تو پرسوں۔ اس خودکشی کے لئے تیار ہو جائے گا۔ اور اس لئے تیار ہو جائے گا۔ کہ غیر اقوام کے ماتحت کوئی قوم ہمیشہ کے لئے نہیں رہ سکتی۔

ان حالات میں ایک طرف تو ہم

کانگرس کی نیت پر حملہ

کرنے اور اس کے مقصد کو بُرا کہنے کے لئے تیار نہیں۔

اور دوسری طرف

انگریزوں کا حکومت کا حق

جو چلا آتا ہے۔ اس کا انکار کرنے کے لئے تیار نہیں۔ بیشک یہ کہہ لو۔ کہ انگریز تلوار لے کر نکلے۔ اور اس طرح انہوں نے ہندوستان میں حکومت قائم کی۔ لیکن مسلمانوں نے بھی تو طاقت کے ذریعہ ہی ہندوستان پر حکومت حاصل کی تھی۔ اور ان سے پہلے آریوں نے بھی تو تلوار ہی کے ذریعہ سے حکومت حاصل کی تھی۔ پس جس قانون کے ماتحت مسلمانوں نے حکومت قائم کی۔ آریوں نے قائم کی۔ بدھوں نے قائم کی۔ فرانس اور جاپان کی حکومتیں قائم ہیں۔ اور جب ان حکومتوں کو جائز قرار دیا جاتا ہے۔ اور بروئے قانون قائم شدہ سمجھا جاتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ

انگریزوں کی حکومت

کو ناجائز قرار دیا جائے۔ مگر جس طرح یہ صحیح ہے۔ کہ جب کوئی قوم کسی ملک پر قابض ہو جائے۔ تو اس کی حکومت جائز اور درست سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کے خلاف فساد اور بغاوت کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح یہ بھی صحیح ہے کہ انسانی فطرت ایسی ہے۔ جو لمبے عرصے تک دوسرے کی حکومت برداشت نہیں کر سکتی۔ اس کے اس فعل کو اچھا کہا جائے یا بُرا۔ اسے عقلمندی سمجھا جائے یا جنون۔ وہ تیار ہو جاتی ہے۔ کہ یا تو آزادی حاصل کرے یا پھر مر جائے۔

ان دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی

درمیانہ رستہ

نکالنا بہت مشکل امر ہے۔ کیونکہ اگر ایک طرف دنیا کا دستور عقل اور شریعت بتاتی ہے۔ کہ قائم شدہ حکومت کے خلاف منصوبے کرنا۔ اس سے لڑنا اور بغاوت کرنا ناجائز ہے۔ تو دوسری طرف حب الوطنی کے جذبات ملک کی علمی اور اقتصادی ضروریات۔ انسانی غیرت اور حمیت کا احساس مجبور کر رہا ہے۔ کہ ملک کو آزاد کرایا جائے۔ اور جو اس مقصد کو سامنے رکھ کر کام کر رہے ہیں۔ ان کی قدر کی جائے۔ انہیں بُرا نہ کہا جائے۔ ان دونوں باتوں کے درمیان رستہ تلاش کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسے بلصراط تیار کرنا۔ اگرچہ یہ

بہت مشکل کام

ہے۔ لیکن صحیح راستہ یہی ہے۔ اور یہی خدا کے منشاء کے ماتحت ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ اس وقت یہ صحیح راستہ اختیار نہیں کیا جا رہا۔ ایک طرف کانگرس کے لوگ ایک صحیح مقصد کے لئے ایسی کارروائیوں پر اتر آئے ہیں۔ جو نہ آج مفید ہو سکتی ہیں۔ نہ کل۔ آزادی اچھی چیز ہے۔ مگر وہ آزادی حاصل کرنے کا طریق جو ہمیشہ کے لئے غلام بنا دے کبھی اچھا نہیں ہو سکتا۔ کانگرس والے آزادی حاصل کرنے کے لئے ایسا ہی طریق اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جو ہندوستان کو

ہمیشہ کے لئے غلام

بنا دے گا۔ اور وہ طریق قانون شکنی ہے۔ کانگرس نے یہ اصول قرار دے لیا ہے۔ کہ جو بات وہ کہے۔ گورنمنٹ کا فرض ہے۔ کہ اسے مان لے۔ لیکن اگر نہ مانے۔ تو اس کے قوانین توڑے جائیں۔ یہی طریق اگر کل بھی اختیار کیا جائے گا۔ تو کیا نتیجہ نکلے گا۔ فرض کرو۔ انگریز ہندوستان سے چلے جاتے ہیں۔ اور ہندوستان میں ہندوستانی حاکم ہو جاتے ہیں۔ اس وقت اسی طریق پر عمل کیا جائے یعنی جس بات کا مطالبہ کوئی قوم کرے۔ وہ حکومت منظور کرلے۔ ورنہ اس کے قوانین توڑ دیئے جائیں۔ تو پھر کیا ہوگا۔ دنیا میں کوئی بات ایسی نہیں ہو سکتی۔ جس پر

سارے کے سارے لوگ

متفق ہو جاویں۔ حتیٰ کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کے متعلق بھی تمام لوگ متفق نظر نہیں آتے۔ نبیوں کے متعلق بھی اختلاف کیا جاتا ہے۔ غرض کہ کوئی بات ایسی نہیں۔ حتیٰ کہ انسان کا اپنا جسم بھی ایسا نہیں۔ جس کے متعلق سب کے سب ایک بات پر متفق ہوں۔ اور جب انسان اپنے جسم کے متعلق بھی شبہات رکھتے ہیں۔ تو اور کیا چیز ہوگی۔ جس پر سب کے سب متفق ہوں گے۔ پس خواہ کوئی حکومت ہو اس سے اختلاف رکھنے والے موجود ہوں گے۔ اور اگر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اختلاف کی وجہ سے قانون شکنی درست ہو سکتی ہے۔ تو پھر امن کہاں رہ سکتا ہے۔ آج اگر کانگریس والے حکومت کے خلاف

قانون شکنی

جائز قرار دیتے۔ اور اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔ تو انہیں اس بات کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔ کہ کل جب ان کی حکومت قائم ہو گی۔ تو اس کے قوانین بھی توڑے جائیں گے۔ اور کانگریسیوں نے جو طریق اختیار کر رکھا ہے۔ اگر یہ کامیاب ہو جائے گا۔ تو ہمیشہ کے لئے امن برباد ہو جائے گا۔

پس

کانگریس کا موجودہ رویہ

عقل کے بالکل خلاف ہے۔ پھر ان کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ نرمی اور محبت سے کر رہے ہیں۔ سختی اور تشدد کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ مگر یہ بھی غلط ہے۔ جس چیز کا نام گاندھی جی عدم تشدد رکھتے ہیں۔ دراصل وہ تشدد ہے۔ اور

خطرناک تشدد

ہے۔ مثلاً یہی کہ وہ غیر ملکی کپڑے کی دوکانوں پر پہرہ لگا رہے ہیں۔ تاکہ خریدنے والوں کو اس کپڑے کے خریدنے سے روکیں۔ ان کے آگے بیٹھ جائیں۔ اگر اس طرح بھی باز نہ آئیں۔ تو لیٹ جائیں۔ اس سے زیادہ تشدد اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اس طرح دوسروں کو

تشدد کے لئے مجبور

کرتے ہیں۔ یہی عدم تشدد اگر گھروں میں شروع ہو جائے تو اندازہ لگاؤ۔ کہ کیا حالت ہو۔ بچہ مدرسہ جانے کے لئے کہا جائے۔ مگر وہ کھانا کھانا چھوڑ دے۔ یا بیوی سے خاوند کوئی کام کہے۔ اور وہ گھر کا کام کرنا چھوڑ دے۔ اس پر خواہ مخواہ تشدد کرنا پڑے گا۔ دراصل اس قسم کی حرکات کو عدم تشدد کہنا دھوکہ ہے۔ اور وہ یا تو خود بے وقوف ہے۔ جو اس کا نام تشدد نہیں رکھتا۔ یا پھر دوسروں کو بے وقوف سمجھتا ہے۔ یہ

بہت خطرناک فریب

ہے۔ جو لوگوں کو دیا جا رہا ہے۔ کہ حقیقت میں جو تشدد ہے۔ اس کا نام عدم تشدد رکھا جاتا ہے۔ یہ ایسا ہی عدم تشدد ہے۔ جیسے کوئی کسی کے چھپ چھپ کر چٹکیاں لے۔ اور وہ جب اس کا مقابلہ کرے تو چٹکیاں لینے والا شور مچا دے۔ کہ میرے عدم تشدد کے مقابلہ میں تشدد اختیار کیا جاتا ہے۔ یا ایسا ہی عدم تشدد ہے۔ جیسا کہ

ایک راجہ کے متعلق

مشہور ہے۔ کہ اس کے درباری اسے ریاست سے علیحدہ کرانا چاہتے تھے۔ اس کے لئے انہوں نے بار بار حکومت سے رپورٹیں کیں۔ کہ راجہ پاگل ہو گیا ہے اور اس کثرت سے رپورٹیں بھیجیں۔ کہ آخر حکومت کو راجہ کے دیکھنے کے لئے ڈاکٹر اور ایک اعلیٰ افسر بھیجنے پڑے جب وہ آئے تو درباریوں نے پہلے سے ہی سازش کر لی۔ اور اس وقت جب کہ وہ دربار میں آنے والے تھے۔ راجہ کو چوری کرنے والے ایک نوکر نے جھک کر اس کے کان میں اسے ماں بہن کی گالیاں دیں۔ اس کی اس حرکت پر راجہ کو سخت طیش آیا۔ اور آنا بھی چاہیئے تھا۔ اور وہ اسے مارنے لگ گیا۔ عین اس وقت جب وہ بے تحاشا مار رہا تھا۔ ڈاکٹر اور کمشنر دربار میں داخل ہوئے۔ اور راجہ کی مخالف پارٹی نے یک زبان ہو کر کہا۔ حضور ہم سے روز ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس پر راجہ کے خلاف رپورٹ کر دی گئی۔ کہ وہ پاگل ہے۔ اب اگر کہا جائے۔ کہ راجہ کے ساتھ چوری کرنے والے نے جو کچھ کیا۔ وہ عدم تشدد تھا۔ تو یہ غلط ہو گا۔ گالی دینا عدم تشدد نہ تھا۔ بلکہ تشدد تھا۔ ایسے حالات پیدا کر دینا کہ دوسرا تشدد کے لئے مجبور ہو جائے۔ عدم تشدد نہیں کہلا سکتا۔ اور اسے عدم تشدد کہنا غلطی ہے۔

آج کل کہا جا رہا ہے۔ کہ گورنمنٹ تشدد کر رہی ہے لیکن بیشتر اور پیشتر طور پر

کانگرس کی طرف سے تشدد

ہو رہا ہے۔ جہاں حکومت کے قانون کو اس لئے توڑا جائے کہ اس کے کام میں روکیں ڈالی جائیں۔ یہ تشدد ہے۔ ہاں یہ تشدد نہ ہوتا۔ اگر گورنمنٹ کی ملازمتیں نہ کی جاتیں۔ اس کے کاموں میں مدد نہ دی جاتی۔ اس سے تعاون نہ کیا جاتا۔ مگر یہ کہ لوگوں کے ایک جائز کام سے روکنے کے لئے راستوں پر پہرے لگا دینا۔ یا قانون نمک کو توڑنا۔ یا سرکاری نمک کے گوداموں پر حملہ کرنا یہ کہاں کا عدم تشدد ہے۔ اگر کوئی شخص کہے

گاندھی جی کے آشرم میں

گھس کر ان کا اسباب اٹھا لے۔ تو کیا یہ عدم تشدد ہو گا۔ آشرم والے تو ڈنڈے سوٹے لے کر مارنے لگ جائیں گے اسی طرح جو چال کانگرس والے چل رہے ہیں۔ کیا اسی کے مطابق کوئی ان کے جلسہ میں جا کر سیز کری اٹھا لے۔ تو وہ اس کا نام عدم تشدد رکھیں گے۔ یہ تو الگ رہا۔ اسی سال

ایک اجری غلطی سے کانگریس کے پنڈال میں

داخل ہو گیا تھا۔ تو اس سے اس کو روپے چھین کر نکال دیا گیا تھا۔ پس یہ انصاف نہیں۔ کہ جو طریق اپنے لئے پسند نہ کیا جاوے۔ وہ دوسرے کے متعلق استعمال کیا جائے۔ اور انسان کو

دشمنی اور عداوت میں بھی

انصاف کو ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر کانگرس کا موجودہ رویہ اس کے خلاف ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ

گورنمنٹ غلطی سے بری

ہے۔ اس کا رویہ بھی اتنا اچھا نہیں جتنا ہونا چاہیئے اسے سمجھنا چاہیئے تھا۔ کہ وہ باہر سے آئے ہوئے لوگ ہیں۔ یہاں کے نہیں۔ اس لئے ملک میں یہ خیال پیدا ہونا لازمی ہے۔ کہ ملکی معاملات کے حل کرنے میں ہماری رائے بھی لی جائے۔ مگر اس کی پرواہ نہیں کی جاتی۔

انگلستان میں اگر کوئی فساد ہو

تو اس کے انسداد کے لئے حکومت لوگوں سے مشورے کرتی اور ان کی کمیٹیاں بناتی ہے۔ اور پھر طریق عمل تجویز کرتی ہے۔ حالانکہ ملک ان کا اپنا ہوتا ہے۔ حکومت ان کی اپنی ہوتی ہے۔ مگر یہاں باہر کے آئے ہوئے غیروں پر حکومت کرنے والے اتنے فسادات کی موجودگی میں ملک سے پوچھتے تک نہیں۔ کہ کیا کیا جائے۔ اس سے لوگوں نے سمجھ لیا ہے۔ کہ جب

ہم سے پوچھا ہی نہیں جاتا

تو ہم ان باتوں میں کیوں دخل دیں۔ اگر ان حالات میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گورنمنٹ کو کوئی مشورہ دے۔ اور حکومت اس سے منہ موڑ لے۔ تو اسے کیا ضرورت ہے۔ کہ کچھ کہے۔ اس وجہ وہ طبقہ جو کانگریس کے موجودہ طریق عمل کو ناجائز سمجھتا ہے۔ وہ بھی دخل نہیں دیتا۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ جب گورنمنٹ کو ہماری پرواہ نہیں۔ تو ہمیں مشورہ دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ انگلستان۔ فرانس۔ جرمنی۔ اٹلی وغیرہ ممالک میں کبھی اس قدر فساد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جب کوئی شورش اٹھتی ہے۔ تو سب پارٹیوں کو جمع کر کے ان سے شورش کے دبانے کا کام لیا جاتا ہے۔

جنگ کے دنوں میں

ہی باوجود ملکی اور نمائندہ حکومت ہونے کے پھر بھی اقلیتوں کو کام کرنے کے لئے بلایا گیا۔ اور ان کے مشورہ سے کام کیا جاتا تھا۔ انہیں کام میں حصہ دیا جاتا تھا۔ بعض وزراء محض اس لئے مستعفی ہو گئے۔ کہ اقلیتوں کو وزارت میں حصہ مل سکے۔ جب اپنی اور نمائندہ حکومت میں یہ حالت ہوتی ہے۔ تو

ایک بیرونی حکومت

جو چھ ہزار میل دور سے آکر ایک غیر ملک پر حکومت کر رہی ہے۔ اس سے جب جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے لئے زیادہ ضروری ہے۔ کہ ملک کے لوگوں کو بلائے۔ اور ان کے سامنے یہ سوال رکھے۔ کہ ایک طرف تو قانون شکنی کو روکنا ضروری ہے۔ اور دوسری طرف لوگوں کے احساسات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اب تم بتاؤ۔ کہ کیا طریق اختیار کیا جائے۔ جس سے دونوں مقصد حاصل ہو جائیں۔ اس طرح ملک کا ایک بڑا حصہ بدامنی کو دور کرنے کے لئے

گورنمنٹ کے ساتھ

ہو جاتا۔ اور وہ لوگ سمجھتے۔ کہ وہ اپنا کام کر رہے ہیں۔

پس

گورنمنٹ کا رویہ

بھی قابل اعتراض ہے۔ کہ وہ لوگ جو اس سے تعاون کرنے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتے۔ لوگوں کی ہنسی تمسخر کا نشانہ بنتے۔ کئی قسم کا نام رکھاتے ہیں۔ انہیں ایسا نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ کہ گویا وہ موجود ہی نہیں۔ پھر یہ بھی کہنا پڑتا ہے۔ کہ جو سزائیں

نمک کے قانون کے توڑنے پر

دی جا رہی ہیں۔ وہ سخت ہیں۔ معمولی دو دو تین تین دن قید کر دینا کافی ہوتا۔ اوّل تو جرمانہ کرنا ہی کافی ہوتا۔ بلکہ میں تو شروع میں اس رائے کا تھا کہ ایسے لوگ جو نمک بنائیں۔ وہ ان سے چھین لیا جائے۔ بلکہ اگر گورنمنٹ صحیح طور پر

مذاق سے کام

لیتی۔ اور مذاق بھی بعض اوقات بڑا کام کر جاتا ہے۔ تو بہت جلد اس تحریک کا خاتمہ ہو جاتا۔ گورنمنٹ اعلان کر دیتی۔ کہ چونکہ گاندھی جی اور ان کے ساتھی نمک بنانے لگ گئے ہیں۔ اس لئے نمک بنانے والے کچھ ملازم موقوف کر دیئے جائیں گے۔ اور اس طرح نمک بنانے والے محکموں میں تخفیف کر دی جائیگی۔ پھر نمک بنانے والوں کا بنایا ہوا نمک لے کر نیلام کرتے جاتے۔ اس طرح

گاندھی جی کا نمک

کانگریس نہ نیلام کرتی۔ بلکہ خود گورنمنٹ کرتی۔ اور جو لوگ نمک نہ دیتے۔ ان کے گرد پہرہ مقرر کر دیا جاتا۔ نہ انہیں کھانے پینے کے لئے نکلنے دیا جاتا۔ نہ پیشاب پاخانہ کے لئے۔ اس طرح وہ بہت جلد نمک حوالے کر دیتے۔ پس اگر اس تحریک کا جو واقعی ہنسی کے قابل تھی

ہنسی مذاق میں

اڑا دیا جاتا۔ تو تھوڑے عرصہ میں یہ خود بخود ختم ہو جاتی اور جب اس طرح ہوتا۔ تو ملک سے گاندھی جی کا اثر مٹ جاتا۔ اور لوگ سمجھ لیتے۔ کہ یہ محض مضحکہ تھا۔ اب جب گورنمنٹ نمک بنانے والوں کو قید کر رہی ہے۔ تو قید ہونے کو بڑی قربانی قرار دیا جا رہا ہے۔ اور اس سے دوسرے لوگوں میں بھی جوش پیدا ہو رہا ہے۔ لیکن اگر اس طرح کیا جاتا۔ کہ جتنا نمک بنایا جاتا۔ وہ پولیس چھین لیتی اور نمک بنانے والے خالی ہاتھ گھروں کو لوٹ جاتے۔ تو چند دن میں ہی سارا جوش ٹھنڈا ہو جاتا۔

اس میں شبہ نہیں۔ صرف سرکاری افسروں سے یہ کام نہیں ہو سکتا تھا۔ اور

اگر گورنمنٹ مشورہ کرتی

تو ملک کا ایک بڑا حصہ نمک چھیننے میں اس کا مددگار بن جاتا۔ یا لوگوں میں تقریریں کر کے سمجھانے کے لئے تیار ہو جاتا۔ اور اس طرح یہ تحریک بہت جلد مٹ جاتی۔ مگر اس طرف توجہ نہ کی گئی۔

حال میں

پشاور کے حادثہ کے موقعہ پر

پولیس اور فوجوں کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ انہوں نے عوام پر تشدد کرنے میں عجلت و تعجل سے کام لیا۔ اور خود گورنمنٹ نے شائع کیا ہے۔ کہ کچھ لوگوں میں بے اطمینانی پائی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ نمک بنانے یا شہر میں پھرنے کی وجہ سے تشدد کرنا انہوں نے جائز نہ سمجھا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ بعض اوقات

حکومت کا رعب

قائم کرنے کے لئے عدم تشدد کے جواب میں بھی تشدد کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مگر اسے عام لوگ نہیں سمجھ سکتے حالانکہ گورنمنٹ چلتی ہی رعب سے ہے۔ اور

گاندھی جی اور ان کے چیلے

یہی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ گورنمنٹ کا رعب مٹا دیا جائے تو رعب کا قائم کرنا حکومت کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ مگر یہ عام لوگوں کو سمجھانا مشکل ہے۔ ایسی باتیں سمجھانے والے ملک کے لوگ ہونے چاہئیں۔ اب ایک عام مجمع کا جو شہر میں جتھا بنا کر پھر رہا تھا۔ مقابلہ کرنے سے جو ایک حصہ فوج نے انکار کیا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ اگر یہ بات پھیل جائے۔ تو کیسی خطرناک حالت ہو جائے۔ مگر انہی لوگوں کو سمجھانے والے اگر ان کے آزاد ہموطن ہوتے۔ تو کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ان پر اثر نہ ہوتا۔

غرض ایک طرف اگر کانگریس غلط طریق اختیار کئے ہوئے ہے۔ تو دوسری طرف گورنمنٹ بھی غلطی کر رہی ہے۔ اور

مسلمانوں کیلئے بہت مشکل

پیدا ہو گئی ہے۔ مسلمان قانون شکنی نہ کریں۔ اور نمک سازی بھی نہ کریں۔ مگر یہ بھی تو نہیں ہو سکتا۔ کہ ملک کی حریت اور آزادی کے لئے کچھ نہ کریں۔ لیکن اگر وہ اس کے لئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آواز اٹھاتے ہیں۔ تو کانگریس کے حامی و مددگار سمجھے جاتے ہیں۔ اور اگر خموش رہتے ہیں۔ تو ملک کے دشمن قرار پاتے ہیں۔ ان کی حالت بعینہٖ اس کی مصداق ہے۔

گوئم مشکل وگرنہ گوئم مشکل

اگر بولتے ہیں۔ تو کانگریس کے حامی کہلاتے ہیں۔ اور اگر نہیں بولتے۔ تو حکومت کے حامی سمجھے جاتے ہیں مسلمانوں کی اس مشکل کا ازالہ بھی

گورنمنٹ کے ہاتھ میں

ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ گورنمنٹ نے اس کے متعلق کچھ نہیں کیا۔ اس وقت چاہیئے تھا۔ کہ گورنمنٹ مسلمانوں کو یقین دلاتی۔ کہ ہم تمہارے جائز حقوق تمہیں دینے کیلئے تیار ہیں۔ یا کم از کم اس بات کا اقرار کرتی۔ کہ کانگریس سے مسلمانوں کا علیحدہ رہنا اس لئے نہیں۔ کہ وہ نکمے ہیں۔ اور کچھ کر نہیں سکتے۔ بلکہ اس لئے ہے۔ کہ وہ قانون کا احترام کرتے ہیں۔ اور قانون کے اندر رہ کر ملک کی ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔ اگر حکومت اس بات کا اعتراف کرتی۔ تو مسلمان یقیناً عملی طور پر اس کی مدد کے لئے تیار ہو جاتے۔ اور گورنمنٹ کو کام کرنیوالے لوگ مل جاتے۔

بے شک

ایک حصہ مسلمانوں کا

ایسا ہے۔ جو کانگرس کے ساتھ ہے۔ مگر یہ وہ لوگ ہیں۔ جو اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ کانگریس نے اپنے فیصلہ میں بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ اور ان کے حقوق کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ ایسی حالت میں

کانگرس کا ساتھ دینا

مسلمانوں کے حقوق کو تباہ کرنا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں۔ کانگریس نے کہدیا ہے۔ کہ حکومت حاصل ہو جانے پر اقلیتوں کو راضی کیا جائے گا۔ اور کوئی فیصلہ اقلیتوں کی منشاء کے خلاف نہ کیا جائے گا۔ اس کے متعلق اوّل تو یہ سوال ہے۔ کہ جب حکومت کانگریس کے ہاتھ میں آجائیگی اس وقت ان لوگوں کا کیا اعتبار ہے۔ کہ اس وعدہ پر قائم رہیں گے۔ دوم یہی الفاظ جو اس وقت مسلمانوں کی تسلی کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ اور ان کے اور معنی بھی ہندو کر سکتے ہیں۔ اب یہی کہا گیا ہے۔ کہ

اقلیتوں کی رضامندی

کے بغیر حکومت کے اختیارات دینے کا فیصلہ نہ کیا جائیگا

پنجاب میں

اقلیت ہندوؤں اور سکھوں کی ہے۔ یہاں کے متعلق کہدیا جائے گا۔ کہ ہندوؤں اور سکھوں کو راضی کر لیا جائے۔ تب اختیارات دیئے جائیں گے۔ اور ہندو اور سکھ یہ مطالبہ کر رہے ہیں۔ کہ انہیں باوجود اقلیت میں ہونے کے مسلمانوں سے جو اکثریت میں ہیں۔ زیادہ حقوق دیئے جائیں۔ اسی طرح

صوبہ سرحد اور بنگال میں

ہندو اقلیت میں ہیں۔ ان کو اس وقت تک کچھ نہ دیا جائیگا جب تک ہندو رضامند نہ ہو جائیں۔ اور ہندو اسی طرح راضی ہوں گے۔ کہ مسلمانوں سے زیادہ ان کو حقوق دیئے جائیں یہی حال سندھ کا ہے۔ اسے بھی اسی اصول سے آزادی نہ دی جائے گی۔ اس وقت دنیا کانگریس کو حق بجانب قرار دیگی۔ اور مسلمانوں پر ہنسے گی۔ کہ انہیں کانگریس بیوقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی۔ غرض انہی الفاظ کے رو سے اگر ہندو۔ پنجاب۔ بنگال صوبہ سرحدی اور سندھ کو کچھ نہ دیں۔ تو یہ کانگریس کے الفاظ کے لحاظ سے ان کے لئے جائز ہوگا۔ کیونکہ وہ کہینگے یہی فیصلہ ہوا تھا۔ کہ اقلیتوں کی رضامندی کے بغیر کچھ نہ دیا جائیگا۔ ان صوبوں میں اقلیتیں چونکہ مسلمانوں کو ان کی اکثریت کے لحاظ سے حقوق دینے پر تیار نہیں۔ اسلئے نہیں دیئے جاتے۔ اس کے مقابلہ میں جن صوبوں میں

مسلمانوں کی اقلیت

ہے۔ وہاں مسلمان جتنا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اسے پورا کر دیا جائے۔ تو بھی وہ اقلیت میں ہی رہیں گے اور حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو گی۔ مثلاً

یو۔ پی میں

مسلمان ۳۰ فیصدی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اسے منظور کر لینے پر بھی حکومت اسی قوم کی ہو گی۔ جس کے ہاتھ میں ۷۰ فیصدی حقوق ہوں گے۔ پنجاب میں اقلیت کہتی ہے۔ کہ مسلمانوں سے زیادہ اسے حقوق دیئے جائیں۔ مگر یو۔ پی میں اقلیت کا یہ مطالبہ ہے۔ کہ ۱۵ کی بجائے ۳۰ فیصدی حقوق دیئے جائیں۔ ہندو کہیں گے۔ کہ چلو ہم یو۔ پی میں مسلمانوں کو ۳۰ فیصدی حقوق دیتے ہیں۔ پنجاب میں مسلمان اقلیتوں کا مطالبہ مان لیں۔ اب غور کرو۔ پنجاب اور یو۔ پی میں مسلمانوں کو کیا ملا۔

مدراس میں

مسلمان چھ فیصدی کی بجائے پندرہ فی صدی مانگتے ہیں۔ ہندو کہیں گے۔ اچھا ۱۵ فیصدی ہی لے لو۔ مگر پنجاب میں جب تک مسلمان ہندوؤں اور سکھوں کو راضی نہ کر لیں کچھ نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح بنگال کو کچھ نہ دیا جائے گا۔ اور کہدیا جائے گا۔ کہ وہاں کے ہندو جو اقلیت میں ہیں وہ راضی نہیں۔

غرض یہ فیصلہ مسلمانوں کے لئے مفید نہیں۔ بلکہ دھوکہ ہے۔ اور جو لوگ اس پر خوش ہو رہے ہیں۔ وہ

اپنی نادانی کا ثبوت پیش

کر رہے ہیں۔ ذرا غور تو کریں۔ کون سے طریق سے مسلمان ثابت کر سکیں گے۔ کہ سندھ صوبہ سرحدی۔ پنجاب اور بنگال میں ہندو اقلیت میں نہیں۔ اور پھر وہ کون سا طریق اختیار کریں گے۔ جس سے ہندوؤں کو راضی کر لینگے اس فیصلہ کے تو یہ معنی ہیں۔ کہ پنجاب۔ بنگال۔ سندھ۔ صوبہ سرحدی میں جب تک ہندو راضی نہ ہوں گے۔ کوئی اختیارات نہ دیئے جائیں گے۔ یہ صورت تو پہلے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

مسلمانوں کے لئے بہترین صورت

یہی ہے۔ کہ وہ قانون شکنی کا مقابلہ کریں۔ اور ادھر گورنمنٹ سے اپنے مطالبات پورے کرانے پر قانون کے اندر رہکر زور دیں۔ اور ثابت کر دیں۔ کہ ہم ایسے ہی ملک کی آزادی کے خواہاں ہیں جیسے ہندو۔ اور اس بات کو جاری رکھیں جب تک اپنے حقوق حاصل نہ کر لیں۔

میں اس وقت

اپنی جماعت سے

یہی کہنا چاہتا ہوں۔ کہ

قانون شکنی کا مقابلہ کیا جائے

ہر شہر۔ ہر گاؤں۔ اور ہر قصبہ کی جماعت اعلان کر دے کہ وہ قانون کا احترام قائم کرنے کے لئے گورنمنٹ کے ساتھ پورا پورا تعاون کریگی۔ کیونکہ قانون توڑنے سے شریعت بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ اور ملک کا امن بھی برباد ہو جاتا ہے۔

(باقی صفحہ ۱۲ کالم ۲)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محرّف مبدّل انجیل

قرآنی صداقت کا معجزہ

(رقمزدہ مفتی محمد صادق صاحب)

(۱)

موجودہ تحقیقات کے لحاظ سے اناجیل میں سے چند آیات پادری صاحبان نے نکال دیئے ہیں۔ اس تبدیلی یا تحریف کو صرف چند سال ہی گذرے ہیں۔ سنہ ۱۹۰۱ء تک کی چھپی ہوئی انجیلیں اب تک ویسی ہی چلی آتی تھیں جیسی کہ گذشتہ صدہا سال کے درمیان وہ تھی۔ لیکن پادری صاحبان کی محقق کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ پندرہ سولہ آیتیں اناجیل میں ایسی ہیں۔ جو قدیمی نسخوں میں نہیں ملتیں۔ اس واسطے ان کو نکال دینا چاہیئے۔ اس کمیٹی کی رائے کے مطابق پہلے تو انگریزی میں انجیل کا ریوایزڈ ایڈیشن یعنی ترمیم شدہ نسخہ چھاپہ گیا۔ لیکن ہمارے دیسی عیسائی بھائیوں کو اس سے ایک عرصہ تک بے خبر رہنے دیا گیا۔ اب حال میں اردو اناجیل میں سے بھی وہ آیتیں نکال دی گئی ہیں۔ کوئی صاحب اگر کسی تازہ چھپی ہوئی اردو انجیل کا مقابلہ لدھیانہ کی چھپی ہوئی انجیلوں سے کریگا۔ تو اس کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ پہلی انجیلوں میں سولہ آیتیں موجود ہیں۔ جو نئی انجیلوں میں نہیں پائی جاتیں۔ اور وہ یہ ہیں :-

(۱) متی باب ۱۷ آیت ۲۱۔

(۲) متی باب ۱۸ آیت ۱۱۔

(۳) متی باب ۲۳ آیت ۱۴۔

(۴) مرقس باب ۷ آیت ۱۶۔

(۵) مرقس باب ۹ آیت ۴۴۔

(۶) مرقس باب ۹ آیت ۴۶۔

(۷) مرقس باب ۹ آیت ۲۶۔

(۸) مرقس باب ۱۵ آیت ۲۸۔

(۹) لوقا باب ۱۷ آیت ۳۶۔

(۱۰) لوقا باب ۲۳ آیت ۱۷۔

(۱۱) یوحنا باب ۵ آیت ۴۔

(۱۲) اعمال باب ۵ آیت ۳۷۔

(۱۳) اعمال باب ۸ آیت ۳۷۔

(۱۴) ؍ باب ۲۴ آیت ۷۔

(۱۵) اعمال باب ۲۸ آیت ۲۹۔

(۱۶) رومیوں کا خط باب ۱۶ آیت ۲۴۔

(۱۷) یوحنا کا پہلا خط باب ۵ آیت ۷۔

(یہ آیتیں ساری نہیں خارج کی گئی۔ لیکن بہت سے الفاظ اس میں سے نکال دیئے گئے ہیں)

حال میں پادری بومن صاحب نے جو سہارن پور کے دینی عیسائی کالج کے پروفیسر ہیں۔ ان سترہ آیات کے نکال دینے پر ایک چھوٹا سا رسالہ انگریزی میں شائع کیا ہے۔ پادری صاحب کے نزدیک یہ امر قابل اعتراض نہیں۔ وہ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں۔ اور بڑا زور اس بات پر دیتے ہیں۔ کہ اس اخراج آیات کو اس نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔ کہ اب کوئی تبدیلی کی گئی ہے۔ بلکہ اس کو اس نگاہ سے دیکھا جائے۔ کہ پرانے ابتدائی نسخوں میں یہ آیات شامل ہی نہ تھیں۔ گویا دوسری یا تیسری صدی عیسوی میں کسی نے یہ آیات بڑھا دی تھیں۔ سولہ سو سال تک اناجیل اس طرح محرف مبدل صورت میں رہیں۔ اور اب پھر ان کو اصلی صورت پر محققینِ یورپ لے آئے ہیں۔

پادری صاحب کا یہ اقرار تو اسلام کی اور بھی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ نزول قرآن شریف کے وقت دنیا میں وہی انجیلیں شائع تھیں۔ جن میں یہ آیات شامل تھیں حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کوئی محقق نہ تھے۔ نہ وہ یونانی اور عبرانی زبانوں کو پڑھے ہوئے تھے۔ نہ پرانے نسخوں کو دیکھکر انہوں نے یہ تحقیقات کی تھی۔ کہ اس وقت کی اناجیل تحریف شدہ ہیں۔ بلکہ خود عیسائی صاحبان کو بھی اس وقت یہ باتیں معلوم نہ تھیں۔ جو اب پادری بومن اور دوسرے اصحاب بیان فرما رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اللہ ہی نے جو علیم و خبیر ہے۔ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی۔ کہ اناجیل محرّف مبدّل ہو چکی ہیں۔ اور یہ اس کا ایک بین ثبوت ہے۔ کہ قرآن شریف خدا تعالےٰ ہی کا کلام ہے۔ اور کسی انسان نے اس کو نہیں بنایا۔

اب ہم ان خارج شدہ آیات کے متعلق علی الترتیب کچھ عرض کرتے ہیں :-

(۱) متی باب ۱۷ آیت ۲۱۔

یہ آیت نئی انجیلوں میں نہیں پائی جاتی۔ سنہ ۱۹۰۰ء اور اس سے پہلے کی چھپی ہوئی انجیلوں میں موجود ہے اس کا قصہ یوں ہے۔ کہ جیسا کہ اناجیل سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مسیح ناصری کے کاموں میں سے ایک یہ بھی تھا۔ کہ وہ آدمیوں کے اندر سے جنوں اور بھوتوں کو نکالا کرتے تھے۔ ایک بھوت کسی شخص کو چمٹ گیا۔ لوگ اس شخص کو یسوع کے شاگردوں کے پاس لے آئے مگر شاگرد اس کو اچھا نہ کر سکے۔ تب وہ اس کو خود یسوع کے پاس لائے۔ اور اس نے وہ بھوت نکال دیا۔ مسیح کے شاگردوں نے سوال کیا۔ کہ آپ اس دیو کو دھمکا کر نکال سکے۔ پر ہم نہ نکال سکے۔ اس کا کیا سبب ہے۔ یسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا۔ کہ تم بے ایمان ہو۔ اور رائی کے برابر بھی تم میں ایمان نہیں۔ ورنہ تم اس بھوت کو نکال لیتے۔ مگر اس طرح کے دیو بغیر دعا اور روزے کے نہیں نکالے جاتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پادری صاحبان سے یہ زبردست اعتراض کیا تھا۔ کہ جس صورت میں یسوع کے فرمانے کے مطابق دعا اور روزہ کے ساتھ انسان میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ وہ بھوتوں کو نکال لے۔ تو پھر اس امر کو یسوع کا معجزہ کر کے کیوں بیان کیا جاتا ہے۔ معجزہ تو وہ ہے۔ جس کو دوسرے لوگ نہ کر سکیں۔ حضرت صاحب کے اس اعتراض سے پادری صاحبان بہت گھبرائے۔ اور انہوں نے پادریوں کی کانفرنسوں میں بار بار اس مشکل کو پیش کیا۔ کہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ ہم اس کا کیا جواب دیں۔ تب بڑے پادریوں نے کوشش کر کے انجیل کا کوئی ایسا پرانا نسخہ تلاش کیا۔ جس میں یہ آیت نہ تھی۔ اور انہوں نے آئندہ اعتراض سے بچنے کے واسطے آیت ۲۱ کو جس کے یہ لفظ تھے "مگر اس طرح کے دیو بغیر دعا اور روزے کے نہیں نکالے جاتے"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس آیت کو نئی انجیلوں سے خارج کر دیا۔

(۳) متی باب ۸ آیت ۱۱۔

اس آیت کا قصہ یوں ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے بار بار عیسائیوں پر یہ اعتراض ہوا تھا کہ یسوع کا دعوے تو صرف یہ تھا۔ کہ میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف آیا ہوں۔ سارے جہان کے لئے نہیں آیا۔ تو پھر کیوں پادری صاحبان یسوع کو سارے جہاں کے واسطے نبی و مصلح پیش کرتے ہیں۔ تب پادری صاحبان نے کوشش کر کے کوئی ایسا پرانا نسخہ بھی تلاش کیا۔ جس میں کاتب کی سہو سے یا کسی دوسرے سبب سے یہ آیت نہ تھی۔ کیونکہ ابن آدم آیا ہے۔ کہ کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈ کر بچائے۔ پس پادری صاحبان بہت خوش ہوئے۔ اور اس آیت کو بھی نکال کر باہر پھینکا۔ تاکہ اعتراض سے بچنا آسان ہو جائے۔

(۴) متی باب ۲۳۔ آیت ۱۴۔

اس آیت میں یسوع نے اپنے زمانہ کے علماء فقیہوں اور فریسیوں کو گالیاں دی ہیں۔ اور ان پر الزام لگائے ہیں۔ اس آیت کو بھی خارج کیا گیا ہے کیونکہ اس کے آگے اور پیچھے آیات اس کی ہم مطلب موجود ہیں۔

(۴) مرقس باب ۷ آیت ۱۶۔

"اگر کسی کے کان سننے کے ہوں تو سنے"۔ یہ آیت بھی خارج کر دی گئی ہے۔

(۵) مرقس باب ۹ آیت ۴۴۔

"جہاں ان کا کیڑا نہیں مرتا۔ اور آگ نہیں بجھتی"۔ جہنمیوں کے متعلق یہ آیت تھی۔ مگر اس کو خارج کر دیا گیا ہے۔

(۶) دوبارہ یہی آیت مرقس باب ۹ آیت ۴۶ میں تھی۔ اور گذشتہ کئی صدیوں سے انجیلوں میں بار بار لکھی چلی آتی تھی۔ مگر اب اس کو بھی خارج کر دیا گیا ہے۔

(۷) یسوع نے بارہا اپنے شاگردوں کو یہ بات سمجھائی تھی۔ کہ گناہوں کی معافی کا ایک بڑا ذریعہ یہ ہے۔ کہ انسان اپنے گناہگاروں کو معاف کرے جیسا تم اپنے گناہگاروں کو معاف کرو گے۔ ویسا ہی اللہ تعالےٰ تمہارے گناہوں کو بخشے گا۔ یسوع نے کہیں یہ نہیں فرمایا۔ کہ تمہارے گناہ میرے پھانسی ملنے کے سبب سے معاف ہوں گے۔ اس واسطے پادریوں پر بار بار یہ اعتراض ہوتا تھا۔ کہ یسوع تو کہتا ہے۔ کہ اگر اپنے گناہ بخشوانا چاہتے ہو۔ تو اپنے گناہگاروں کو بخشو۔ اور تم کہتے ہو۔ کہ اپنے گناہ بخشوانا چاہتے ہو۔ تو یسوع کے کفارہ پر ایمان لاؤ۔ اب ہم کسکی بات مانیں۔ یسوع کی یا پادریوں کی۔ اس مشکل سوال کو بھی حل کرنے کے واسطے پادری صاحبان نے مرقس باب ۱۱ آیت ۲۶ کو انجیلوں سے خارج کر دیا ہے۔ پرانے نسخوں میں صدہا سال سے یہ آیت یوں چلی آتی تھی "اور اگر تم معاف نہ کرو گے۔ تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے۔ تمہارے قصور بھی معاف نہ کریگا"۔

(۸) مرقس باب ۱۵۔ آیت ۲۸۔

یہ آیت پہلے نسخوں میں اس طرح سے لکھی چلی آتی ہے "تب وہ نوشتہ اس مضمون کا کہ وہ بدکاروں میں گنا گیا پورا ہوا"۔ یہ آیت بھی اب نئے نسخوں میں نہیں ملتی۔ اور غالباً اس واسطے نکال دی گئی ہے۔ کہ پرانے عہد ناموں میں ان آیات کے ساتھ کہیں یسوع مسیح کا ذکر نہیں۔ گو عیسائی مفسرین نے کھینچ تان کر بہت سی آیات کو یسوع ناصری کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۹) یہ آیت انجیل میں اس طرح پر پہلے لکھی جایا کرتی تھی "اور دو آدمی جو کھیت میں ہونگے۔ ایک پکڑا اور دوسرا چھوڑا جائے گا"۔ (لوقا باب ۱۷ آیت ۳۶)

یہ آیت بھی نئے نسخوں میں نہیں چھاپی گئی۔

(۱۰) لوقا باب ۲۳ آیت ۱۷۔

"اسے ہر عید میں ضرور تھا۔ کہ کسی کو ان کے واسطے چھوڑ دے"۔ یعنی پلاطوس مطابق قانون رومی سلطنت کسی ایک دن اس مجرم کو آزاد کر سکتا تھا۔ اور اس کا ارادہ تھا۔ کہ اور نہیں تو اسی ذریعہ سے یسوع کو آزاد کر دے۔ لیکن یہ آیت بھی نئی انجیلوں میں داخل نہیں کی گئی۔

(۱۱) مسیح ناصری کے معجزات میں سے ایک یہ بھی بیان کیا گیا تھا۔ کہ وہ بیماروں کو چنگا کرتا تھا مگر انجیلوں میں یہ بھی لکھا چلا آتا تھا۔ کہ اس ملک میں ایک حوض تھا۔ جس کے پانی میں جب جنبش ہوتی تھی۔ تو جو بیمار اس میں داخل ہوتا تھا۔ تو وہ اچھا ہو جاتا تھا۔ اس پر اعتراض ہوا کرتا تھا۔ کہ یسوع کی اس میں کیا خوبی ہوئی۔ بیمار تو حوض کے پانی سے بھی اچھے ہو جاتے تھے تب سے مفصلہ ذیل آیت خارج کر دی گئی ہے۔ "یوحنا باب ۵ آیت ۴"۔ کیونکہ ایک فرشتہ بعض وقت اس حوض میں اتر کر پانی کو ہلاتا تھا۔ اور پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اس میں اترتا کیسی ہی بیماری میں گرفتار ہوا ہو۔ اس سے چنگا ہو جاتا تھا"۔ اب یہ آیت نئی انجیلوں میں نہیں ملتی۔

(۱۲) اعمال باب ۵ آیت ۳۷

جو پہلی بائبلوں میں اس طرح لکھی ہوئی چلی آتی تھی "بعد اس کے یہودہ جلیلی اسم نویسی کے دنوں میں اٹھا اور بہت سے لوگوں کو اپنے پیچھے کھینچا۔ وہ بھی ہلاک ہوا۔ اور سب جتنے اس کے تابع تھے پھر بتر اور گئے"۔

یہ آیت بھی نئی اناجیل میں نہیں پائی جاتی۔

(۱۳) اعمال باب ۵ آیت ۳۴۔

"تب گملیل نامی ایک فریسی نے جو شریعت کا معلم اور سب لوگوں میں عزت دار تھا۔ مجلس میں اٹھکر حکم دیا۔ کہ رسولوں کو اٹھکر ذرا باہر لے جاؤ"۔ اس آیت کو بھی نئی اناجیل سے خارج کر دیا گیا ہے۔

(۱۴) اعمال باب ۲۴۔ آیت ۷۔

"پر سنیس سردار آکے بڑی زبردستی کے ساتھ اُسے ہمارے ہاتھوں سے چھین لے گیا"۔

یہ آیت بھی محققین نے خارج کر دی ہے۔

(۱۵) اعمال باب ۲۸ آیت ۲۹۔

"جب اس نے یہ کہا۔ یہودی آپس میں بہت بحث کرتے چلے گئے"۔

یہ آیت بھی نئی انجیلوں میں نہیں پائی گئی۔

(۱۶) رومیوں کا خط باب ۱۶ آیت ۲۴۔

"ہمارے خداوند یسوع مسیح کا فضل تم سب کے ساتھ ہو۔ آمین"۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس آیت کے متعلق بھی محققین اناجیل نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ جعلی آیت صدہا سال سے اناجیل کے اندر لکھی ہوئی چلی آتی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یسوع کو خدا بنانے کے متعلق جتنے خیالات تھے۔ وہ سب اس طرح بعد میں بڑھائے گئے۔ موجودہ تحقیقات کے لحاظ سے بعض آیتیں محققین کے نزدیک خارج کرنے کے قابل ہوگئیں۔ اور بعض نہیں ہوئیں۔ اس زمانہ کے ایک بڑے لائق پادری شین صاحب جنہوں نے بائبل کی تحقیقات پر ضخیم جلدیں بنام انسکلو پیڈیا بیلیکا لکھی ہے۔ ان کی تحقیقات کے مطابق اناجیل میں یسوع کی طرف منسوب کردہ عبارتوں میں سے صرف چار فقرے اصلی ہیں۔ باقی سب بناوٹی ہیں۔ ان چار اصلی فقروں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ "تم مجھے نیک کیوں کہتے ہو۔ سوائے خدا کے کوئی نیک نہیں" اور دوسرا فقرہ "ایلی ایلی لما سبقتنی" ایسا ہی دو اور فقرے ہیں۔ جن سے یسوع کی الوہیت اور تثلیث کی تردید ہوتی ہے۔

(۱۷) یوحنا کا پہلا خط۔ باب ۵ آیت ۷۔

اس میں پہلے ایک ایسی آیت لکھی چلی آتی تھی جو تثلیث کی طرف اشارہ کرتی تھی۔ مگر وہ تثلیثی الفاظ جو اس طرح تھے۔ کہ "باپ اور کلام اور روح القدس یہ تینوں ایک ہیں"

یہ آیت جعلی ثابت ہو کر خارج کر دی گئی ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے۔ کہ اور جگہوں پر بھی جس قدر تثلیثی آیات ہیں۔ وہ بھی ایسی ہی جعلی تھیں۔

ہم پادری بومن صاحب کے مشکور ہیں۔ کہ انہوں نے اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک چھوٹا سا رسالہ انگریزی میں شائع کیا ہے۔ بہتر ہوتا کہ یہ رسالہ اردو میں ترجمہ کر کے بھی شائع کیا جاتا تاکہ ہمارے دیسی عیسائی بھائیوں کی آنکھیں بھی کھلتیں۔ اور ان کو معلوم ہو جاتا۔ کہ جس کتاب پر انہوں نے اپنے ایمان کی بنیاد رکھی ہے۔ وہ کس حد تک محرف مبدل ہو چکی ہے مثل مشہور ہے۔ کہ ایک گندی مچھلی سارے تالاب کو ناپاک کر دیتی ہے۔ پھر اس کتاب میں کم از کم سترہ آیات صدہا سال سے جعلی اور بناوٹی شامل چلی آتی ہوئی ثابت ہو جائیں۔ اور خود اہل کتاب اس امر کو تسلیم کر لیں۔ وہ کتاب کیونکر قابل اعتبار قرار دی جا سکتی ہے ؟

سچ بات یہ ہے۔ کہ انجیل کا جو حصہ حکمت الٰہیہ میں اس قابل تھا۔ کہ محفوظ رہے۔ وہ خدا تعالےٰ کی آخری کتاب قرآن شریف میں درج کر دیا گیا ہے قرآن شریف ایک ایسا پاک کلام ہے۔ جس کی حفاظت حسب وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون خود خدا تعالےٰ کر رہا ہے۔ تمام صداقتیں اس کے اندر موجود ہیں۔ اور وہ ہمیں دنیا بھر کی الہامی کتابوں سے بے پرواہ کر دیتی ہے۔ مبارک ہیں وہ جو خدائے حکیم کی حکمتوں کی پیروی کریں۔ اور اس کے قائم کردہ سلسلہ میں شامل ہو کر اس کی پاک رضامندیوں کو حاصل کرتے ہوئے ابدی نجات کے مستحق ٹھہریں۔

بعض پادری صاحبان کہا کرتے ہیں۔ اور پادری بومن صاحب نے بھی اس بات پر زور دیا ہے کہ خارج شدہ آیات چنداں عظمت نہیں رکھتیں۔ اور ان کا مضمون ایسا نہیں جو عیسائیت کے عقائد میں کچھ فرق ڈال سکے۔ مگر سوال تو یہ ہے۔ کہ جب کتاب محرف مبدل ثابت ہو گئی۔ تو اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ دوسری آیات بھی جعلی نہیں۔ محققین نے اپنی تحقیقات کے مطابق جو کچھ کیا درست کیا۔ ہم ان پر بدظنی نہیں کرتے لیکن وہ معصوم نہیں۔ ان سے غلطی کا امکان ہے۔ خدا کے کلام میں کوئی تغیر بغیر الٰہی الہام کی تصدیق کے کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیا ایسی مشکوک کتاب پر اپنے ایمان کی بنا رکھنے کی بجائے ایک ایسی الہامی کتاب کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔ جس میں کبھی کوئی تبدیلی واقعہ نہ ہوئی ہو ؟

پادری بومن صاحب محققین کی صفائی کیواسطے یہ امر پیش کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے نئی انجیلوں سے اگرچہ یہ ۱۶ آیات خارج کر دی ہیں۔ مگر آیتوں کے نمبروں کو نہیں توڑا۔ نمبر وہی قائم رہے ہیں۔ لیکن نمبر تو وہ توڑ ہی نہ سکتے تھے۔ نئے نمبر لگانے سے لاکھوں کتب ریفرنس اور کلیدیں اور حوالجات سب بے کار ہو جاتے۔ اور کروڑوں کتابیں سب نئے سرے سے چھاپنی پڑتیں۔ اور ملکوں میں بھاری شور برپا ہو جاتا اور نئی انجیلوں کو کوئی ہاتھ بھی نہ لگاتا۔ اس مجبوری کی وجہ سے وہ نمبروں کو توڑ کر تبدیل نہیں کر سکتے۔ یہ امر ان کی کسی صفائی کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ مگر ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ محققین کا اس تبدیلی میں کوئی قصور نہیں۔ اور اگر کوئی اور پرانا نسخہ نکل آیا۔ اور ایسے اکثر نکلتے رہتے ہیں۔ تو اور دس بیس سال میں ممکن ہے کہ اناجیل میں اور بھی بہت سے تغیرات کرنے کی ضرورت پیش آجائے۔

اس جگہ ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے۔ پادری بومن صاحب فرماتے ہیں۔ کہ انجیلی تحقیقات بجائے خود ایک سائنس ہے۔ اور سائنس کے نتائج کو ماننا ضروری ہے۔ اس پر ہم پادری صاحب کو توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ کہ علم ریاضی بھی ایک سائنس ہے۔ اور علم ریاضی کا یہ ایک مانا ہوا اصول ہے۔ کہ ایک تین نہیں ہو سکتا۔ پھر اس ظاہر اور عام فہم سائنس کی مخالفت میں بومن صاحب تثلیث کو کیوں مانتے ہیں ؟

بالآخر ہم اپنے دیسی عیسائی بھائیوں کو توجہ دلاتے ہیں۔ کہ دنیا چند روزہ ہے۔ آخر مرنا ہے۔ اور خدا کے پاس جانا ہے۔ مشن کی روٹیوں پر آرام کی زندگی ہے۔ مگر کب تک۔ ہمت کرو۔ اس فقر و فاقہ کو جس میں اللہ کی رضامندی ہو۔ اور حق حاصل ہو۔ جھوٹ اور بے اطمینانی پر ترجیح دو۔ جو خدا کی طرف جھکتا ہے خدا اس کا کارساز ہوتا ہے۔ دنیا کے پھندوں پر لات مارو۔ اور حق کو قبول کرو ؟

حسن اسلام بجواب موازنہ انجیل و قرآن۔ عیسائیوں کی تردید میں نہایت مدلل اور زبردست کتاب ہے۔ قیمت صرف ۶ر

آئینہ احمدیت اور حقیقی مسیحیت عیسائیوں نے احمدیت پر جو اعتراض کئے تھے۔ اس کے جواب میں یہ لاجواب کتاب ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ

ملنے کا پتہ :۔ (دفتر فاروق قادیان۔ پنجاب)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیانندی مشن

تناسخ کا ابطال

زیبا نہیں ہیں تجھ کو یہ باطل پرستیاں
رفعت کو دیکھ بھول جا دیرینہ پستیاں

ہمارے دیانندی دوستوں کے عجیب و غریب اور بعید از عقل سدھانتوں میں سے ایک سدھانت اواگون یعنی تناسخ کا مسئلہ بھی ہے۔ دیانندی مترددل کی طرف سے اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے یہ دعویٰ پیش کیا جاتا ہے۔ کہ چونکہ دنیا کے اندر اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ایک امیر ہے۔ تو دوسرا غریب۔ کوئی تندرست ہے کوئی بیمار۔ کوئی غلام ہے کوئی آزاد کوئی بچہ پیدا ہوتے ہی اندھا یا لنگڑا ہوتا ہے۔ اور کوئی بوقت تولید صحیح وسالم۔ کسی بچے کی پرورش کیلئے ہر قسم کی سہولتیں میسر ہیں۔ اور کوئی بچہ دانہ دانہ کے لئے ترستا ہے۔ اور ماں کے دودھ سے بھی محروم ہے پس ثابت ہوا۔ کہ اواگون سچ ہے۔ کیونکہ بچے کا اندھا ہونا گذشتہ اعمال کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اس کے اندھا ہونے کے اور کوئی وجوہات نہیں ہو سکتے ؛

عام طور پر ہر ایک آریہ سماجی یہی دعویٰ بیدلیل پیش کیا کرتا ہے۔ اور بس۔ اگر ہم اس دعویٰ باطل کی تردید کے لئے کسی مسلم یا عیسائی کا مقولہ یا استدلال پیش کریں تو آریہ سماجی کہدیتے ہیں۔ کہ وہ بات ہمارے لئے حجت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ہم دیانندی دوستوں کی بہتری اور ہمدردی کو مدنظر رکھتے ہوئے آریہ ورت کے ورتمان رشی یعنی پنڈت دیانند جی مہاراج بانئے آریہ سماج کی مایہ ناز کتاب ستیارتھ پرکاش اور پراچین آریہ ورت کے رشی واگ بھٹ اچاریہ کی ایورویدک پستک یعنی اشٹانگ ہردے سے اس دعوئے بیدلیل کا رد ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

(۱) "ماں باپ کو ازبس لازم ہے۔ کہ حمل کے پہلے نیز اس کے دوران میں اور اس کے بعد بھی نشیلی اشیاء مثلاً شراب اور بدبودار خشک اور مضر عقل چیزوں کو ترک کریں۔ گھی دودھ میٹھا اور خورد و نوش کی دیگر چیزیں جو طمانیت صحت طاقت عقل۔ ہمت۔ نیک سیرتی اور شائستگی کو بڑھانے والی ہوں۔ ان کا استعمال کرتے رہیں۔ تاکہ رجس اور ویریہ جملہ خرابیوں سے پاک ہو کر نہایت عمدہ اوصاف والا ہو" (ستیارتھ پرکاش باب دوم)

(۲) "بچہ کا دودھ چھ دن بچہ کو پلانا چاہیئے۔ بعد ازاں دایہ پلایا کرے۔ لیکن دایہ کو بچہ کے ماں باپ عمدہ اشیاء کھلاتے پلاتے رہیں۔ اگر کوئی مفلس ہو۔ اور دایہ نہ رکھ سکے۔ تو وہ گائے یا بکری کے دودھ میں ایسی ادویات جو عقل ہمت۔ صحت بڑھانے والی صاف پانی میں بھگو کر جوش دینے کے بعد چھانکر اور دودھ میں ہموزن ملاکر بچہ کو پلائے" (ستیارتھ پرکاش باب دوم)

آریہ سماج کی خود ساختہ مہارشی پنڈت دیانند نے جس عمدگی کے ساتھ تناسخ کا کھنڈن کیا ہے۔ وہ اسی کا حصہ تھا۔ اگر آریہ سماج کے اندر اپنے گورو دیارشی کی رتی بھر بھی قدر و قیمت ہے۔ تو آریہ سماجی دوستوں کو چاہیئے۔ کہ اب اس باطل عقیدہ کو خیرباد کہدیں۔ کیونکہ پنڈت جی نے یہ ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ بچہ کی تندرستی یا بیماری کا باعث والدین کی نگہداشت یا غفلت کا نتیجہ ہے +

اب ہم ایورویدک کتاب کو دیکھتے ہیں۔ کہ اس عقیدہ کے متعلق وہ کیا کہتی ہے:۔

(۳) "ویرج اور رج کے ملنے یعنی حمل قرار پانے کے وقت دات۔ پت یا کف میں سے جس چیز کا غلبہ ہو۔ بچے کی پرکرتی (طبیعت) اسی قسم کی ہوتی ہے۔ یعنی اگر ورت کی زیادتی ہو تو مولود کی پرکرتی ہین (ادنیٰ) ہوگی۔ پت کی زیادتی سے مدھم (درمیانہ) اور کف کی زیادتی سے اتم (اعلیٰ) پرکرتی ہوگی۔ اگر ہر سہ برابر ہوں۔ تو پھر تو کیا کہنا۔ نہایت ہی اچھی پرکرتی ہوگی"

(اشٹانگ ہردے ادھیائے اول صہ ۳)

(۴) "دات پیدا کرنے والی چیزوں کے بکثرت کھانے سے جنین کبڑا۔ اندھا۔ بے حس اور پست قد ہو جاتا ہے۔ پت پیدا کرنے والی اشیاء کے کثرت استعمال سے جنین پانڈو درن اور مبرد مس (پھلبہری والا) ہو جاتا ہے" (پانڈو درن کو پنجابی میں بجسا بزبان اردو خاکستری یا سفیدی مائل زرد کہتے ہیں)

صہ ۲۴۷ ؛

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بندہ نے ثابت کر دیا کہ بچے کا اندھا یا تندرست ہونا تناسخ کے باعث نہیں۔ بلکہ ماں باپ کی غفلت یا قانون قدرت کی عدم واقفیت کے باعث ہے یا ماں باپ کی بہتر نگہداشت کا نتیجہ ہے۔ ثابت کر دیا اب ہم اختلاف پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ اور یہ بتا دیتے ہیں کہ دنیا کے اندر جس قدر بھی اختلافات ہیں۔ وہ تناسخ کا نتیجہ نہیں ہیں۔ بلکہ خداوند تعالےٰ نے انسان کی بہتری اور بہبودی اور ترقی کے وسائل پیدا کئے ہوئے ہیں ؎

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

غرضیکہ ایک عارف باللہ مالک حقیقی کی عظمت و جبروت پر فدا ہو کر بحر معرفت میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے کس شان و قدرت سے کروڑوں انسانوں اور حیوانوں کو مختلف صورتوں اور سیرتوں پر پیدا کیا ہے کیا مجال؟ کہ ایک کی شکل دوسرے سے ملے۔ پھر شکلوں پر ہی ختم نہیں۔ بلکہ آوازوں میں بھی یہی رنگ موجود ہے دیگر قانون قدرت کو دیکھئے۔ جب اس میں ہر امر کی ضد موجود ہے۔ مثلاً گرمی کی سردی اور دن کی رات۔ تو پھر امیر کی ضد غریب اور خوبصورت کی ضد بدصورت۔ بیمار کی ضد تندرست۔ نور کی ظلمت۔ اور خوش الحان کی ضد کریہ الصوت کیوں قابل اعتراض ہے۔ سچ تو یہ ہے ؎

گر نبودے در مقابل روئے مکروہ سیاہ
کس چہ دانستے جمال شاہد گلفام را

جب ہم وید پر غور کرتے ہیں۔ تو وہ بھی اس باطل عقیدہ کی بیباگ دلیل تردید کرتے ہیں۔ مثلاً:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۵) "اے انسانو! میں ایشور سب سے پہلے موجود اور ساری دنیا کا مالک ہوں۔ میں جگت کی پیدائش کا قدیم باعث ہوں۔ تمام مال و دولت پر غالب اور اس کا بخشنے والا ہوں۔ مجھ کو ہی تمام جیو اس طرح پکاریں۔ جس طرح اولاد اپنے ماں باپ کو پکارتی ہے۔ میں کل جگت کے لئے راحت دینے والی قسم قسم کی خوراکوں کی تقسیم بغرض پرورش کرتا ہوں۔" (رگوید منڈل۔ ۱ سوکت ۸۹ منتر ۱ از پنڈت دیانند جی)

مذکورہ بالا وید منتر نے اس حقیقت کو کھلم کھلا بیان کر دیا۔ کہ انسانی خوراکوں کے اندر جو قسم قسم کی تقسیم ہے وہ محض انسان کی پرورش کے لئے ہے۔ نہ کہ ہمارے گذشتہ اعمال یعنی تناسخ کے باعث +

اسی طرح پنڈت دیانند جی اپنی مایۂ ناز پستک یعنی ستیارتھ پرکاش میں فرماتے ہیں:۔

(۶) "ایشور کی رحمت کاملہ تو یہ ہے۔ کہ اس نے تمام جیووں کی حاجت براری کے لئے دنیا میں سب چیزیں پیدا کر رکھی ہیں۔ پس اس سے بڑھ کر رحم اس کے سوا اور کونسا ہے۔ باقی رہا انصاف اس کا نتیجہ صریح دکھلائی دیتا ہے ہے۔ کیونکہ سکھ دکھ کے کم و بیش ہونے کی حالت اس نتیجہ کو آشکارا کر رہی ہے۔" صفحہ ۲۷۸

آریہ سماجیوں کے اس اعتراض کو کہ اگر تناسخ غلط ہے تو انسانوں کو کم و بیش دکھ یا سکھ ہونے سے پرمیشور ظالم ٹھیرتا ہے۔ کس عمدگی کے ساتھ پنڈت جی نے رد فرمایا ہے۔ اور یہ بات صاف طور پر بیان کر دی ہے۔ کہ دنیا کے اندر جتنی چیزیں نظر آ رہی ہیں۔ وہ محض خداوند تعالےٰ نے اپنے رحم سے پیدا کی ہیں۔ اور سکھ دکھ کی کمی یا بیشی اللہ تعالےٰ کے انصاف کے ماتحت ہے۔ نہ کہ تناسخ کے باعث +

(۷) "جو شخص پرمیشور کی ستتی۔ پرارتھنا۔ اپاسنا نہیں کرتا۔ وہ احسان فراموش اور سخت جاہل بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ جس پرماتما نے دنیا کے سب پدارتھ جیوں کو سکھ کے واسطے عطا فرمائی ہیں۔ اسکی صفتوں کو بھول جانا یعنی ایشور کو نہ ماننا احسان فراموشی اور جہالت ہے۔" ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸۸

اللہ تعالےٰ کا شکر و احسان ہے۔ کہ تناسخ کے پرخچے اڑانے کے لئے پنڈت جی نے اس حوالہ میں بیّن اور کھلا ثبوت پیش کر دیا ہے۔ کہ دنیا کی تمام چیزیں خداوند تعالےٰ نے بطور احسان دی ہیں۔ نہ کہ ہمارے گذشتہ اعمال کے باعث +

میرے بھولے بھشکے دیانندی دوستو! غور کرو۔ اپنی عاقبت پر نظر دوڑا کر دیکھو۔ کہ پنڈت جی آپ کو کیا فتویٰ دے رہے ہیں۔ جاہل اور احسان فراموش نہ بنو۔ خداوند تعالےٰ کی نعمتوں کی قدر کرو۔ اپنی قیمتی زندگی کو رائگاں نہ گنواؤ۔ اور اپنی حالتوں پر غور کرو۔ کہ پراچین آریہ ورت کی سبھیتا کیا تھی۔ اور اب تمہاری کیا درد شا ہو رہی ہے ؎

کیوں پھر رہے ہو کو بکو
کیوں کھو رہے ہو آبرو

کاش کہ کوئی ذریعہ ہوتا۔ اور ہم اپنا سینہ چیر کر آپ کو دکھا سکتے۔ کہ ہمارے سینوں کے اندر آپکی بہتری اور ہمدردی کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ کاش کہ محبت مجسم ہوتی اور آپ دیکھ سکتے۔ کہ آپ کو ٹھوکریں کھاتے ہوئے دیکھکر ہماری کیا حالت ہوتی ہے ؎

نہ پوچھو محبت میں کیا ہم پہ گذری
قسم ہے خدا کی خدا جانتا ہے

جہاں تک میں نے پراچین آریہ لٹریچر یا موجودہ آریہ سدھانتوں پر غور کیا ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ ہندوستان کی اتمک یا جسمانی تباہی کا باعث یہی مفسد عقیدہ تناسخ ہے۔ یہی باطل عقیدہ ہے جس کے باعث آریہ آستک سے ناستک بن گئے۔ اور خدا کو خدائی سے جواب دے دیا۔ حالانکہ وید بھی اس عقیدۂ باطل کا مخالف ہے۔ اور خداوند تعالےٰ کی خالقیت کا اقراری ہے۔ مثلاً:۔

"اس پرمیشور نے پرتھوی یعنی زمین کے بنانیکے لئے پانی سے رس کو لے کر مٹی کو بنایا۔ اسی طرح اگنی کے رس سے پانی کو پیدا کیا۔ اور آگ کو ہوا سے اور ہوا کو آکاش سے اور آکاش کو پرکرتی سے اور پرکرتی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔"

(رگوید آدی بھاشیہ بھومکا اردو)

مذکورہ بالا حوالہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ وید پرمیشور کی صفت خالقیت کو مانتا ہے۔ اور مادہ اور روح کی ازلیت کا بھی رد کرتا ہے نہ صرف وید ہی اس عقیدہ کے مخالف ہیں۔ بلکہ آپ نشد اور برہمن بھی اس کو ناجائز اور مخلوق خدا کو گمراہ کرنے والوں کا افترا ٹھیراتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

"اس کائنات سے پہلے صرف ایک پرمیشور ہی تھا اور کوئی دوسری چیز نہ تھی۔"

(ایتریہ آرنیک۔ اپ نشد ادھیائے ۱۔ کھنڈ ۱)

"اس سے پیشتر محیط کل پرمیشور ہی تھا" (شت پتھ برہمن کانڈ ۱۱۔ ادھیائے ۱)

"اس سے پہلے یہ کائنات کچھ بھی نہ تھی۔" (شت پتھ ۱۴-۱-۱-۱)

غرضیکہ کہاں تک لکھا جائے۔ اس قسم کے ہزارہا حوالہ جات ویدوں اور اپ نشدوں اور براہمنوں میں بھرے پڑے ہیں۔ پھر سمجھ نہیں آتی۔ کہ ہمارے آریہ مہاشوں نے اس دہریت کے پھیلانے والے عقیدہ کو کہاں سے اخذ کیا ہے۔ نہ وید اس کی تائید کرتا ہے۔ نہ آپ وید کے گرنتھ اس کو جائز قرار دیتا ہے ؎

مذہب کے جاں نثار و کب تک یہ خواب غفلت
جاگو کمل کے اپنی بگڑی ہوئی بنا دیں

اس مفسد عقیدہ نے نہ صرف آریوں کو دہریہ بنا دیا۔ بلکہ ان کے اخلاق۔ اطوار۔ شرافت اور سیاست کا بھی ستیاناس کر دیا ہے۔ فرض کرو۔ اگر کسی مہاشے کی ماتا بیمار پڑ جاتی ہے۔ اور وہ اپنے ہونہار اور لائق بیٹے کو کہتی ہے۔ کہ بیٹا میری بیماری کی فکر کرو۔ اور علاج کے لئے کسی ڈاکٹر کو بلاؤ خیر سے بیٹا ہے آریہ یعنی ویدک دھرمی۔ وہ جواباً عرض کرتا ہے۔ ماتا جی۔ صبر کرو۔ یہ تمہارے کرموں کا پھل ہے جس کو تم نے ضرور بھوگنا ہے۔ میں تمہارا علاج کرا کر کیوں دوشی بنوں۔ تم جانو تمہارا کام۔ اب جائے غور ہے۔ کہ بوڑھی اور بیمار ماتا یہ سن کر کیا کہے گی۔ اور کس قدر غمگین ہو کر دردناک آہ و زاری کے ساتھ اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(منیجر دارالاسلام پریس قادیان میں میر قاسم علی پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر فاروق مشین خانہ قادیان سے شائع کیا)

عقیدہ پر لعنت بھیجے گی۔ دعا ہے۔ کہ خداوند کریم ہمارے بھائیوں کو اس باطل عقیدہ سے نجات حاصل کرنے کی توفیق دے ؛

زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ کہ ایک منچلا سادھو گجرات کاٹھیاوار سے ایک وکیل صاحب کی بیوی کو لے کر رفوچکر ہو گیا تھا۔ لیکن مہاشہ جی تھے اس روشنی کے وقت کے۔ ویدک دھرم کو بالائے طاق رکھکر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور مہاتما سادھو کو بمع اپنی دھرم پتنی کے بمبئی میں گرفتار کروایا۔ اور اس مکار اور ظالم سادھو سے اپنی بیوی کا پیچھا چھڑایا۔ وکیل کی بیوی نے رو رو کر اپنا دردناک حال سنایا۔ کہ کس طرح سادھو نے اس کو ورغلایا۔ وکیل صاحب کی بیوی نے یہ کہا تھا کہ سادھو جی نے مجھے یہ کہکر بہکایا۔ کہ میں پچھلے جنم میں اندر کا راجہ تھا۔ اور تو میری مہارانی تھی وغیرہ وغیرہ غرضیکہ کہاں تک اس باطل عقیدہ پر روشنی ڈالی جائے۔ لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ آریوں کو اس عقیدہ سے نفرت ہو گئی ہے۔ اور وہ اس کے نقصانات سے متاثر ہو کر اس مفسد عقیدہ کو چھوڑنے کے لئے مجبور ہو رہے ہیں۔ مثلاً :۔

"ہندو بوجھ گرانبار مذہبی توہمات باطلہ جس میں ہندو وڑازہ کا ذات باری پر کھلے بند بحث سے الیشوری بیم ورجا کی ڈھارس کے علاوہ برتی ہو کر اور اوا گونی اور جوتش پر اعتقاد اور ویدانت بالخصوص گیتا کی تعلیم اور نقص خوراک سے ہندو جسمانی اور روحانی و جماعتی کمزوری کا نمونہ واقعہ ہو رہے ہیں لا (از باد ھنپت رائے صاحب قصوری اخبار انند لاہور ۱۵ رفروری سنہ ۱۹۳۰ء صفحہ ۵ کالم ۳)

پس ثابت ہوا۔ کہ اب ہمارے ہندو بھائی آریہ سماجیوں کو غیر تسلی بخش جاننے لگ گئے ہیں۔ اس لئے اے احمدی نوجوانو! دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا مقدس عہد کرنے والو غفلت کو ترک کر کے تبلیغ احمدیت میں لگ جاؤ۔ خداوند تعالےٰ دلوں کو خود پاک و صاف کر رہا ہے۔ اور دلوں کے اندر پاک تبدیلی کر رہا ہے۔ تمام غیر احمدی دنیا اب باطل عقیدوں سے بیزار ہو چکی ہے۔ اور پیاسوں کی طرح روحانی پانی کی تلاش میں چکر لگا رہی ہے۔ ہندوؤں میں سے آریہ سماج کا وجود میں آنا اس بات کا زندہ ثبوت موجود ہے۔ کہ اب ہندو دھرم ہندوؤں کی روحانی و جسمانی رہنمائی نہیں کر سکتا۔ ؎

من از ہمدردیت گفتم تو خود فہم نکو کن بارے
خود از بہر ایں روز است اے دانا دو ہوشیارے

(خاکسار فتح محمد احمدی شرما کلرک جنرل پوسٹ آفس کراچی بسندھ)

(بقیہ صفحہ ۶)

پس میں

اپنی جماعت کے لئے اعلان

کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنی سابقہ روایات کو قائم رکھے۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کے وقت سے چلی آتی ہیں۔ اور اس سے پیاری روایت ہمارے لئے اور کون سی ہو سکتی ہے۔ جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عمل کیا۔ پس چاہیئے۔ کہ ہر جگہ اور ہر علاقہ کے جماعتیں قانون شکنی کا مقابلہ کریں۔ اور اس طرح گورنمنٹ کو امن قائم کرنے میں مدد دیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی صاف طور سے کھول کر کہدیں۔ کہ ہم یہ نہیں چاہتے۔ کہ ہمارا ملک غلام رہے ہم اپنے اور مسلمانوں کے حقوق کا مطالبہ کرتے رہیں گے اور انہیں حاصل کرینگے۔ گورنمنٹ اعلان کر چکی ہے کہ اہل ہند کو آزادی دی جائے گی۔ ہم اس وعدہ کے پورا کرنے کا اس سے مطالبہ کرتے ہیں۔ پس جماعت کو ایک طرف تو مسلمانوں کے حقوق کی خصوصاً اور ملک کے حقوق کی عموماً تائید کرنی چاہیئے۔ اور دوسری طرف قانون شکنی کرنے والوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ ایسے لوگ ملک کے خیر خواہ نہیں۔ بلکہ دشمن ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ روح کچلی جاوے۔ جو ملک کی آزادی کو کچلنے والی ہے ؛

میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت جو ایک طرف تو مشکل اور نازک اوقات میں ملک اور قوم کی خدمت کر کے

خراج تحسین

حاصل کرتی رہی ہے۔ اور اس کے طریق عمل کو صحیح اور درست قرار دیا جاتا رہا ہے۔ اور دوسری طرف عدل و انصاف اور ملک کی بھلائی کے لئے گورنمنٹ سے تعاون کر کے اس سے اپنے تعلقات اچھے رکھتی ہے۔ اس

نازک موقعہ

پر جس سے زیادہ نازک وقت پہلے کبھی نہیں آیا۔ اپنی سابقہ روایات کو قائم رکھے گی۔ اور اس طرح ایک طرف تو ملک سے اپنی ہمدردی اور خیر خواہی کا اعتراف کرائیگی۔ اور دوسری طرف گورنمنٹ سے قانون پسندی اور امن جوئی کا اقرار کرائیگی اور اس وسطی رستہ پر چلے گی۔ جو

امن اور انصاف کا رستہ ہے

بہرے سننے لگے

عنہ

جو لوگ بہرہ پن دماغ میں آوازیں یا زکام کے مریض ہوں انہیں اورل ہرب کمپاؤنڈ کا استعمال نہایت ضروری ہے۔ اس پرانی طرز کی جڑی بوٹیوں سے مرکب دوا سے بے شمار ایسے مریضوں کو جو عرصہ سے امراض بالا میں مبتلا تھے۔ اور جن میں سے اکثر کو ناقابل علاج سمجھا گیا تھا۔ کافی طور سے افاقہ ہو گیا ہے۔ ایک ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔ کہ میں اکثر اوقات اپنے مریضوں کو اورل ہرب کمپاؤنڈ کا استعمال کراتا ہوں۔ اور ہمیشہ اس دوا کے نتائج کو اطمینان بخش پاتا ہوں۔ قیمت فی بکس تین روپے۔ محصول ڈاک معاف۔ دوا کے متعلق مفصل لٹریچر مفت۔

ملنے کا پتہ

(زاورل میڈیکیشن کمپنی ۱۶۰ برک بیک روڈ بیکن ہیم انگلستان)

Aural Medication Co.
160. Birbeck Road
Beckenham
England.